تشریح اورجزئیات کوسنت نے پیش کیا ہے۔اگرسنت کوقرآن سے علحدہ کردیا جاےتو قرآن کے بہت سے احکام غیر قابل عمل ہو جائیں گے۔بطور مثال: نماز واجبات میں سے ایک ہے۔اسلام اس کی تشریح کرتا ہے اور قرآن اس کا باربار حکم دیتا ہے۔اسے دین کا ستون قرار دیتا ہے۔مگر قرآن میں اسکی رکعتیں ,اسے ادا کرنے کا طریقہ اوردوسری ضروری باتیں بیان نہیں کی گئی ہیں۔اسے رسول اللہ ﷺ کی سنت سے سیکھا گیا ہے۔رکوع وسجود کا طریقہ قرآن میں نہیں ملتا جب کہ رکوع وسجود اللہ کی بارگاہ میں خضوع وخشوع کی علامتیں ہیں۔قرآن فرماتا ہے اے مومنو اللہ کے لئے رکوع سجدہ اوراس کی عبادت کرو مگر سجدہ و رکوع کا طریقہ رسول اللہ ﷺ سے معلوم کرنا ہوگا۔

قرآن فرماتا ہے کہ آسمانوں اورزمین میں جوکچھ ہے اورسورج چاندستارے پہاڑ درخت اور چار پاوں والے جانور اور انسانوں میں بہت سے اللہ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہیں مگر اکثر ان سے ناواقف ہیں۔اب اس سجدہ کو کون سمجھائے سوائے رسول اللہ ﷺ یا راسخون فی العلم کے علاوہ کس سے ممکن ہے۔

ہر مسلمان جو چاہتا ہے نماز پڑھے ,اسے وضو کرنا پڑے گا۔وضو کیسے کیا جائے ؟۔اگر پانی نہ ہوتو تیمم کس طرح کیا جاے۔یہ سب رسول اللہ کی سنت سے ہی اخذ کیا جاسکتا ہے۔

واجب نمازوں میں نماز میت بھی ہے۔قرآن میں اس کا تذکرہ نہیں ہے۔مسلمانوں کو اس کا تحفہ رسول اللہ ﷺ کی سنت سے ہی ملا۔

رسول اللہ ﷺ کا تیسرا اقدام حضرت علی ع کی جانشینی کے لئے :

رسول اللہ ﷺ جانتے تھے کہ کاغذ وقلم نہیں ملے گا۔ صرف یہ بتانا مقصود تھا کہ دیکھو ہدایت کے مخالف کون ہیں۔مختصر یہ کہ رسول اللہ ﷺ اس دن بھی اپنے مقصد میں کامیاب رہے ۔ بتا دیا کہ ہدایت کا اور علی ع کا دشمن کون ہے ان سے ہوشیار رہنا۔

دوسرے دن رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف لائے اور فرمایا: یقینا میں تم میں دو عظیم چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔ جب تک ان سے متمسک رہو گے ہر گز گمراہ نہ ہو گے۔ وہ دونوں قرآن اور میری عترت ہے جو میرے اہل بیت ہیں اور یہ ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے جب تک میرے پاس حوض کوثر پر نہ پہنچیں۔

بہار الانوار جلد ۲۲ صفحہ ۴۷۶, الصواعق باب ۹ از فصل دوم صفحہ ۵۷, کشف الغمہ صفحہ ۴۳, اور ابن حجر عسقلانی نے واقعہ اس طرح تحریر کیا ہے :

صحابی بلال نے حضرت ﷺ کو دیکھا باوجود مرض کی شدت اور ضعف و ناتوانی کے مسجد میں تشریف لا رہے ہیں۔لوگوں کو یہ امر بہت عظیم معلوم ہوا۔حضرت سر پر عصابہ باندھے ہوئے تھے ۔ایک ہاتھ حضرت علی ع کے کاندھے پر دوسرا فضل ابن عباس کے کاندھے پر رکھے ہوئے تھے پائے اقدس زمین پر گھسیٹتے ہوئے بڑی تکلیف سے مسجد میں داخل ہوے۔ منبر کے قریب پہنچے تو فرمایا مجھے منبر پر بٹھا دو۔حضرت پہلے زینہ پر بیٹھے ۔اللہ کی حمد وثناء بجالائے اور فرمایا ایہا الناس بلا شبہ میرے پاس وہ چیزیں اللہ کی طرف سے آئی ہیں جس کی تم کو پابندی کرنی ہے ۔ بیشک میں نے تم کو راست و روشن راہ پر چھوڑا ہے اور اس کو ایسے واضح کر دیا ہے کہ اس کی راتیں دن کے مانند روشن

ہیں۔ لہذا ءمیرے بعد اختلاف نہ کرنا جس طرح بنی اسرائیل نے کیا۔ ایہا الناس میں نے تم پر کوئی چیز حلال نہیں کی مگر وہ جسے قرآن نے حلال کیا اور کوئی چیز حرام نہیں کی مگر وہی جسے قرآن نے حرام قرار دیا ہے۔ یقینا میں تمہارے درمیان دو عظیم چیزیں چھوڑتا ہوں۔ جب تک ان سے متمسک رہو گے اور ان سے ہاتھ نہ اٹھاؤ گے ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ (اس لحظہ ایک شخص اٹھا اور سوال کیا وہ دو چیزیں کیا ہیں؟۔ رسول اللہ ﷺ کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ فرمایا: میں بتا رہا ہوں)۔ وہ دونوں اللہ کی کتاب اور میری عترت ہے جو میرے اہل بیت ہیں اور یہ دونوں تمہارے درمیان میرے خلیفہ ہیں اور یہ ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے جب تک میرے پاس حوض کوثر پر نہ پہنچ جائیں۔ وہاں تم سے پوچھوں گا کہ تم نے ان کی رعایت کیسی کی۔ یہ فرما کر حضرت منبر سے نیچے آئے اور اپنے حجرہ مقدسہ میں واپس تشریف لے گئے۔

اس طرح رسول اللہ ﷺ نے ہر طرح کوشش کی اور اتمام حجت کر دیا تھا تا کہ حضرت علی ع کی جانشینی کا مرحلہ بغیر کسی نزع و جھگڑے کے انجام پا سکے۔

حضرت علی ع کے مخالفین کون تھے؟

قرآن میں کچھ تعبیرات ہیں ان افراد کے تعلق سے جو اپنے آپ کو بڑا سمجھتے ہیں جیسے **مستکبرین** (مغرور افراد)، **طاغین** (سرکش و بغاوت کرنے والے)، **مترفین** (مالدار و دولتمند افراد)، **ملاء** (لوگوں کی نظر میں عظمت رکھنے والے)۔ یہ سب ایک گروہ کے افراد ہیں۔ انھیں **طبقہ اشراف** بھی کہا جاتا ہے۔ اس قسم کے افراد ہر پیغمبر کے مخالف

رہے ہیں اوران سے دشمنی کی کیونکہ انھیں اپنے لئے نقصان دہ سمجھتے تھے۔اس قسم کے افرادحضرت علی ع کے بھی مخالف رہے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اگر علی ع خلیفہ بن گئے تو امیروغریب برابرہوجائیں گے, عرب وعجم برادروبرابر کہلائیں گے۔ صرف اخلاق وتقوی کی بنیاد پرعزت مل گی۔

حضرت علی ع کوخلافت سے کیوں روکا گیا؟

شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید جلد۳ صفحہ۱۴۴ پر ابن عباس کی روایت عمرابن خطاب کے حوالہ سے نقل ہے کہ:

عمرابن خطاب نے اپنے دورخلافت میں ابن عباس سے کہا: رسول اللہ ﷺ بیماری کے زمانے میں علی ع کی خلافت کے تعلق سے لکھنا چاہتے تھے, میں نے اس خوف سے کہ اسلام کے خلاف بغاوت وآشوب برپا ہوگا, رسول اللہ ﷺ کواس کام سے روک دیا۔رسول اللہ ﷺ نے میرا مقصد جان لیا اور لکھنے سے رک گئے۔

ابن ابی الحدید صفحہ۱۱۶ پر لکھتے ہیں کہ جوافراد یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ اعراب علی ابن ابی طالب ع کی اطاعت نہیں کریں گے وہ سب اس بات پر متحد ہو گئے کہ حضرت علی ع سے قدرت و امر ولایت لیکر دوسرے کو عطا کردیں۔ ان میں وہ سب شامل ہو گئے جو امام سے حسد رکھتے تھے, یا اپنے مشرک عزیزوں کے خون کا مطالبہ رکھتے تھے (علی ع نے ان کے بزرگوں کوقتل کیا تھا) یا علی ع کی کم سنی کا بہانہ رکھتے تھے یا امام کی حکومت کا سختی سے احکام پرعمل کروانے کا خوف رکھتے تھے یا نبوت و امامت کے ایک خاندان میں جمع ہوجانے کومناسب نہیں سمجھتے تھے یاامام

کا دین کے امور میں شدت کرنے کا خوف رکھنے والے یا وہ افراد تھے جنھیں دوسرے عربوں کا حکومت حاصل کرنے سے نا امید ہو جانے کا ڈر تھااور ء وہ انتظار میں بیٹھے رہنے کے بجائے آشوب بر پا کریں گے یا وہ جن کو رسول اللہ ص سے حضرت علی ع کی قربت رنجیدہ کررہی تھی کیونکہ یہ منافق تھے اور رسول اللہ ﷺ کو بھی پسند نہیں کرتے تھے۔ان کے تعلق سے دشمنی رکھتے تھے۔ یہ ۸ گروہ حضرت علی ع کی خلافت و ولایت کے مخالف تھے اور یہ سب مل کر ایک ہو گئے تھے۔ ان کے بزرگوں نے استدلال کیا کہ ہم فتنہ وفساد کے اٹھنے سے گھبراتے ہیں اور ہم نے سمجھ لیا ہے کہ عرب اس کام کو ہونے نہیں دیں گے اور ان کی اطاعت نہیں کریں گے۔لہذا ء رسول اللہ ﷺ کے واضح بیان کی تاویل کر کے اس کے منکر نہ ہوئے بلکہ کہنے لگے ہم رسول اللہ ﷺ کے حکم کے منکر نہیں ہیں مگر ہم عوام کی بھلائی کو پیش نظر رکھے ہوئے ہیں جسے غا یب افراد نہیں دیکھ رہے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کی جانشینی کی اہمیت:

رسول اللہ ﷺ کی جانشینی اور مسلمانوں کی صحیح رہبری کی اہمیت کا اندازہ اللہ تعالی کے ارشاد سے ہو جاتا ہے کہ فرمایا : (ترجمہ) ''اے رسول ص جو حکم تمہارے پروردگار کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے پہنچادو اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو (سمجھ لو کہ) تم نے اس کا کوئی پیغام ہی نہیں پہنچایا۔اور (تم ڈرو نہیں) اللہ تم کو لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے گا'' (سورہ المائدہ آیت ۶۷)۔اس حکم کی تکمیل میں رسول اللہ

ﷺ کا فوراً غدیر خم کے مقام پر سوا لاکھ حاجیوں کے مجمع میں تین گھنٹے کا خطبہ دیکر حضرت علی ع کی جانشینی و ولایت کا اعلان فرمانا اور اس حکم کو دوسروں تک پہنچانے کا حکم دینا۔ حاضرین سے بیعت کا لینا اور اس کے فوراً بعد اللہ تعالی کا ارشاد کہ: (ترجمہ)

''آج کفار تمہارے دین سے مایوس ہو گئے لہذا تم ان سے ڈرو نہیں بلکہ مجھ سے ہی خوف رکھو۔ آج میں نے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کیا'' (سورہ المائدہ آیت ۳)۔ قرآن کی ان آیتوں اور غدیر خم کے واقعہ سے ہی رسول اللہ ﷺ کی جانشینی کی اہمیت کا پوری طرح اندازہ ہو جاتا ہے۔

غدیر خم میں حضرت علی علیہ اسلام کی ولایت وجانشینی کے اعلان کے ساتھ ہی منافقین و حضرت علی ع کے دشمنوں اور ان افراد کی سازشوں کے شروع ہو جانے سے جن کے دل تیڑے تھے اور جو موقع ملنے پر اللہ و رسول اللہ ﷺ کی مخالفت علانیہ طور پر کرنے کی جسارت رکھتے تھے، جن سے رسول اللہ ﷺ پوری طرح واقف تھے اور جن کی کوششوں اور سازشوں کو ناکام بنانے کے لئے رسول اللہ ﷺ نے جو اقدامات فرمائے (جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے) ان سے حضرت علی ع کی بلافصل جانشینی کی اہمیت میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالی اور رسول اللہ ﷺ کے اقدامات حضرت علی ع کی بلا فصل جانشینی کے لئے ایک طرف اور منافقین ومخالفین کا اپنی سازشوں میں کامیابی (سقیفہ بنی ساعدہ میں ابوبکر کو خلیفہ مسلمین کے عنوان سے منتخب کرنا) حاصل کر لینا دوسری طرف, اس شدید

انحراف کے بعد حضرت علی ع کا اقدام اپنے حق کو منوانے کے لئے شروع ہوا مگر صرف بحث و مباحثہ اور گفتگو تک محدود رہا اور حضرت علی ع نے صبر کرنے کو ترجیح دی۔ امام ع کا یہ فیصلہ ہمیں اس بات کی دعوت دیتا ہے کہ معلوم کریں رسول اللہ ﷺ کی رحلت کے وقت مسلمانوں کے حالات کیا ہو گئے تھے کہ حضرت علی ع نے اپنے حق کو حاصل کرنے کے تعلق سے صبر کرنے کو ترجیح دی۔

نبوت کے جھوٹے دعویداروں کا پیدا ہو جانا:

مسلمانوں کے مسلسل فتوحات نے مشرکوں, کافروں, بے دینوں اور دوسرے ادیان کے افراد کے دلوں میں رعب و وحشت پیدا کر دی تھی جس کے نتیجہ میں مسلمان بڑی حد تک مشرکوں اور منافقوں کے شر سے محفوظ تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی حیات کے آخری ایام میں ایک بڑی مشکل اسلام اور مسلمانوں کے لئے پیش آئی اور وہ جھوٹے نبوت کے دعویداروں کا مختلف مقامات پر پیدا ہو جانا تھا۔ اور ایسے مسلمان جو اسلام کی روح سے آشنا نہیں ہوئے تھے بلکہ اپنی جان کے خوف سے کلمہ توحید پڑھ لیا تھا وہ اس دھوکہ و فریب کا شکار ہونے لگے۔

ا۔ اسود عنسی نے یمن میں اپنی نبوت کا دعوی کیا۔ سحر و جادو کے ذریعہ لوگوں کو دھوکہ دیتا تھا۔ جب یمن کے حاکم ابن بدھان کا انتقال ہوا تو اسود عنسی کو لوگوں کو گمراہ کرنے کا بہترین موقع ملا اور زیادہ تعداد میں لوگ اس کے اطراف جمع ہو گئے۔ اہل نجران نے اسے اپنے شہر میں آنے کی دعوت دی تا کہ اس کی اطاعت کریں۔ اسود نے کم مدت میں یمن کے مرکز صنعاء پر تسلط حاصل کر لیا تھا۔

۲۔مسیلمہ کذاب جو یمامہ (دریای سرخ اور خلیج فارس کے درمیان واقع ہے) کا حاکم تھا ۹ھ ہجری کو مکہ میں داخل ہوا اور اپنے قبیلہ کے کچھ افراد کے سروں کو ان کے جسموں سے جدا دیکھ کر گھبرایا اور اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کیا مگر جب واپس یمامہ لوٹا تو اپنی نبوت کا دعوی کیا یہ کہکر کہ اللہ نے مجھے محمد (حضرت محمد ﷺ) کے ساتھ نبوت میں شریک کیا ہے تا کہ ہم جنس بشر کی ہدایت کریں۔اپنے ہاتھ سے کتاب لکھ کر کہا کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے۔

چونکہ مسیلمہ کا اپنے ہم وطنوں پر نفوس تھا اس لئے اس کے دعوے کو لوگوں نے قبول کرلیا اور اس کی پیروی کرنے لگے۔اس دوران اس نے ایک خط رسول اللہ ﷺ کو لکھا جس کا مضمون یہ تھا:

''از مسیلمہ رسول اللہ بہ محمد رسول اللہ سلام علیکم۔میں امر رسالت میں آپ کا شریک ہوں۔میرے لئے آدھی کرہ زمین ہے اور قریش کے لئے آدھی لیکن قریش نے اپنے حق سے زیادہ لے لیا ہے''۔

رسول اللہ ﷺ اس خط سے بہت رنجیدہ ہوئے اور اس کے جواب میں لکھا: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔واما بعد فان الارض للہ یورثھا من یشاء من عبادہ والعاقبہ للمتقین۔ (یہ کرہ زمین اللہ کی ہے وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اسے وارث قرار دیتا ہے۔نجات متقین کے لئے ہے)۔

مسیلمہ اپنی جھوٹی نبوت کی دعوت دیتا رہا یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ اس دار فانی سے کوچ فرمائے۔(کامل ابن اثیر جلد۲ صفحہ ۲۱۵۔حیات محمد صفحہ ۲۷۷)۔

۳۔ ان کے علاوہ اور بھی نام تاریخ میں ملتے ہیں جیسے طلیحہ قبیلہ بنی اسد میں اور حارث تمیمیہ کی بیٹی سجاح کہ جن کے نبوت کے دعوں کے صدائیں مختلف شہروں میں سنی گئیں۔

نبوت کے جھوٹے دعویداروں کے علاوہ کفار ومنافقین (جنھوں نے ظاہری طور پر کلمہ بھی پڑھ لیا تھا) جنھیں اپنے عزیزوں کے مرنے کا غم تھا وہ فرصت کے منتظر تھے کہ اسلام ومسلمین پر حملہ کریں اور انھیں جڑ سے اکھاڑ پھینکیں۔ ان میں کا ایک ابوسفیان تھا۔ وہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے فوری بعد مدینہ آیا اور دیکھا کہ خلافت کے لئے اختلاف پیدا ہوگیا ہے تو اس نے حضرت علی ع کو اپنی طرف سے مدد کا پیشکش کیا تاکہ حضرت ع تلوار نکال لیں اور مسلمان دو گروہ ہو کر ایک دوسرے کو قتل کریں۔ وہ کہتا تھا مدینہ میں گرد وغبار بلند ہوا ہے جو خون کے بغیر ختم ہونے والا نہیں ہے۔ ابوسفیان نے حضرت علی ع سے کہا تھا کہ اگر آپ چاہیں تو میں مدینہ کی گلیوں کو پیادہ و سوار فوجیوں سے بھر دوں۔

حضرت علی ع نے اس سے فرمایا تھا کہ تجھے فتنہ و فساد کے علاوہ کچھ منظور نہیں ہے۔

تازہ مسلمانوں کی کیفیت:

مسلمانوں کی مسلسل فتوحات کی وجہ سے بڑی تعداد میں لوگوں نے کلمہ پڑھا مگر ان میں کے اکثر زبانی مسلمان تھے دین وایمان کا نام ونشان نہ تھا۔ چنانچہ رسول اللہ ص کی وفات کی خبر سن کر بحرین , یمن , یمامہ اور دوسرے مقامات پر مسلمان اسلام سے پلٹ گئے اور بعض اسلام کے خلاف قیام کے لئے تیار ہوگئے۔ مکہ کے تازہ

نے کاارادہ کر لئے تھے۔رسول اللہ ﷺ کا ایک

نمائندہ عتاب ابن اسید ان تازہ مسلمانوں کے خوف سے چھپ گیا تھا مگر دوسرے نمائندہ سھیل بن عمرو نے خانہ کعبہ میں خطبہ دیا مسلمانوں کو اسلام کے تعلق سے ہمت و امید دلائی, اس طرح اس نے تازہ مسلمانوں کو مرتد ہونے اور اسلام سے پلٹ جانے سے بچالیا تھا۔

حضرت علی علیہ السلام کا ارشاد اپنے حق کے غصب ہونے کے تعلق سے :

ا۔غیر قانونی حکومت کے تعلق سے :

قسم اللہ کی ابی قحافہ کے بیٹے (ابوبکر) نے خلافت کی قمیص کو کھینچ تان کر پہن لیا جبکہ وہ جانتا تھا کہ خلافت کی چکی میں میری حیثیت مرکزی کیل کی ہے۔علم کا سیلاب میری ذات سے گذر کر نیچے جاتا ہے اور میں جہاں ہوں اس بلندی تک کسی کا طائر فکر بھی پرواز نہیں کرسکتا۔اس کے باوجود میں نے خلافت کو نظر انداز کر دیا اور اس سے خود کو علحدہ کرلیا۔میں نے سوچا کیا بغیر یار و یاور حملہ کردوں اپنا حق لینے کے لئے یا ان افراد کی گمراہی اور ان کے افکار کی تاریکیوں پر صبر کرلوں۔

میں نے دیکھا ان حالات میں صبر ہی بہتر ہے۔میں نے اس عالم میں صبر کیا گویا میرے آنکھوں میں تنکے اور گلے میں ہڈی پھسنی ہوئی ہو۔میں اپنی میراث کو لٹتے دیکھ رہا تھا یہاں تک کہ پہلے خلیفہ نے اپنا راستہ لیا اور خلافت کو فلان (عمر) کے دامن میں ڈال دیا۔(نھج البلاغہ خطبہ شقشقیہ)۔

۲۔اہل مصر کا نام حضرت علی ع کا خط :

اہل مصر کے نام خط میں حضرت علی ع نے تحریر فرمایا کہ پروردگار نے حضرت محمد ﷺ کو عالمین کے لئے عذاب الٰہی سے ڈرانے والا اور مرسلین کے لئے گواہ ونگران بنا کر بھیجا تھا لیکن ان کے جانے کے بعد ہی مسلمانوں نے ان کی خلافت میں جھگڑا شروع کر دیا۔ اللہ گواہ ہے میں یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ عرب اس منصب کو ان کے اہل بیت ع سے اس طرح موڑ دیں گے اور مجھ سے اس طرح دور کر دیں گے۔ میں نے دیکھا کہ لوگ فلاں شخص (ابو بکر) کی بیعت کے لئے ٹوٹے پڑ رہے ہیں۔ میں نے اپنے ہاتھ کو روک لیا یہاں تک کہ دیکھا کہ لوگ اسلام سے منہ پھیر رہے ہیں اور پیغمبر ﷺ کے قانون کو برباد کر رہے ہیں تو مجھے یہ خوف ہوا کہ اگر اس رخنہ و بربادی کو دیکھنے کے بعد بھی میں نے اسلام و مسلمین کی مدد نہ کی تو اس کی مصیبت روز قیامت اس سے بھی زیادہ ہوگی جو آج اس حکومت کے چلے جانے سے سامنے آ رہی ہے جو صرف چند دن رہنے والی ہے اور ایک دن اسی طرح ختم ہو جائے گی جس طرح سراب کی چمک دمک ختم ہو جاتی ہے یا آسمان کے بادل چھٹ جاتے ہیں۔ مین نے ان حالات میں قیام کیا یہاں تک کہ باطل ختم ہو گیا (اسلام کے خلاف اٹھا طوفان رک گیا)۔ (نھج البلاغہ۔ مکتوب نمبر۶۲)۔

امام علی ع کا خطبہ طلحہ و زبیر کی بیعت شکنی کے بعد:

مولا علی ع نے فرمایا کہ جب اللہ تعالی نے رسول اللہ ﷺ کو لوگوں کے درمیان سے اٹھا لیا، ہم ان کے وارث و اہل بیت تھے اور رہبری کے لئے ہم سے زیادہ مناسب کوئی نہ تھا۔ منافقین کے ایک گروہ نے آپسی سازش سے رسول اللہ ﷺ کی حکومت

کوہم سے چھین لیا اور دوسروں کے حوالے کر دیا۔ ہمیں اس کا شدت سے رنج تھا۔
اگر اس بات کا خوف نہ ہوتا کہ مسلمان اسلام سے پلٹ جائیں گے اور پھر سے کفر و جاہلیت اختیار کر لیں گے تو میں اپنی توانائی کے مطابق خلافت کو تبدیل کر دیتا۔ مگر سکوت اختیار کیا تا کہ مسلمانوں میں وحدت برقرار رہے۔ (طرحہای رسالت جلد ا صفحہ ۲۱۰)۔

امیر المومنین ع کا خطبہ بصرہ کی طرف روانگی کے وقت:

جب رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان سے اٹھا لئے گئے تو قریش نے ملکر ہمارا حق ہم سے چھین لیا۔ میں نے دیکھا ان مشکلات کے مقابلہ میں کہ مسلمان اسلام سے پلٹ جائیں یا ان کا خون بہے بہتر یہی ہے کہ میں صبر اختیار کرلوں کیوں کہ تازہ مسلمانوں میں ان حالات سے پیدا ہونے والے مسائل کو برداشت کرنے کی صلاحیت و طاقت نہیں ہے۔

اپنی خلافت کے دور میں امام ع نے گذشتہ میں خلافت کو نظر انداز کرنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ لوگ جھالت و بدبختی کے بھنور میں ڈوبے ہوئے تھے اور حکومتوں کا رویہ میرے لئے نا قابل برداشت تھا اس کے باوجود میں نے صبر اختیار کیا۔ البتہ جب بھی ان میں احکام دین کے تعلق سے انحراف دیکھا تو اپنے علم و دانش سے اسے صحیح کرتا رہا۔ اس طرح اسلام اور مسلمانوں کی نصرت اور انھیں قدرت عطا کرتا رہا ہوں۔ (طرحہای رسالت جلد ا صفحہ ۲۱۲)۔

امام علیہ السلام کا "صبر اختیار کرنے" کے وجوہات:

ا۔قبیلہ بنی ہاشم میں عمر رسیدہ سیاسی تجربہ رکھنے والے دلیر افراد کم تھے۔اس کے برخلاف قریش میں سیاسی تجربہ رکھنے والے عمر رسیدہ افراد کی تعداد زیادہ تھی۔

۲۔نبوت کے جھوٹے دعوے داروں کا وجود میں آنا اور رسول اللہ ﷺ کے بعد ان کا قدرت حاصل کرلینا۔تازہ مسلمانوں کا ان کے اطراف جمع ہوجانا۔

۳۔منافقین موقع کے منتظر تھے کہ مسلمانوں سے اپنے باپ دادا کے خون کا انتقام لیں۔حضرت علی ع نے فرمایا: میں نے مشاہدہ کیا کہ اصل دین اسلام عجیب خطرہ میں ہے۔اس وقت مسلمانوں میں ہر وقت سے زیادہ وحدت واتحاد کی ضرورت ہے۔ان حالات میں مسلمانوں کو دو گروہ میں تقسیم کر دینا صرف دشمنوں کے لئے فائدہ مند ہو سکتا ہے۔

۴۔خلافت کے تعلق سے اختلاف وجھگڑا خصوصا تازہ مسلمانوں کے لئے جو خلافت کی اہمیت وضرورت سے واقف نہیں تھے غلط فہمی پیدا کرسکتا تھا۔وہ حضرت علی ع کے مقصد سے ناواقف ہونے کی بنیاد پر اسے حکومت حاصل کرنے کی کوشش سمجھتے۔

۵۔اگر حضرت علی ع اپنے حق کا مطالبہ کرتے تو یقینا اس قیام میں کچھ مسلمانوں کا خون بہہ جاتا اور اس بات کا یقین نہیں تھا کہ باطل بالکل فنا ہوجاتا اور حکومت حقیقی طور پر اسلامی ہوجاتی۔لہذا ءمولا علی ع نے نہیں چاہا کہ خلافت حاصل کرنے کے لئے خون بہے۔

ان ظاہری وجوہات کی بناء پر امیر المومنین ع نے اپنا حق حاصل کرنے کے لئے تلوار نہ اٹھائی اور صبر اختیار کیا۔

حضرت علی علیہ السلام سے صبر کا وعدہ لیا گیا:

ثقتہ اسلام ابی جعفر کلینی نے معتبر سند کے ساتھ حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جب آنحضرت ﷺ کی وفات کا وقت آیا جبرئیل اللہ کے مقرب اور امین فرشتوں کے ساتھ پروردگار عالم کی جانب سے ایک نوشتہ (پیغام) مہر کیا ہوا لائے اور کہا یا رسول اللہ ﷺ سوائے علی ابن ابی طالب ع کے سب کو اس حجرے سے باہر چلے جانے کا حکم دیجیئے تا کہ آسمانی پیغام آپ کے وصی علی ابن ابی طالب ع ہم سے لے لیں۔ رسول اللہ ﷺ کے کہنے پر سب باہر چلے گئے سوائے حضرت علی ع اور حضرت فاطمہ زہراع کے جو پردہ کے پیچھے تھیں۔ جبرئیل نے وہ مہر کیا ہوا پیغام رسول اللہ ص کو دے کر کہا یا رسول اللہ ﷺ آپ کا پروردگار آپ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے یہ وہ پیغام ہے جس کے تعلق سے آپ سے پہلے شب معراج میں اور دوسرے موقعوں پر عہد و پیمان لیا تھا۔ میں بھی گواہ ہوا تھا اور فرشتوں کو بھی گواہ کیا تھا جبکہ میں خود گواہی کے لئے کافی تھا۔ یہ سن کر رسول اللہ ص اللہ کے خوف سے کانپنے لگے اور فرمایا اے جبرئیل میرا پروردگار تمام عیبوں سے پاک ہے ہر طرح کی سلامتی اسی کے سبب سے ہے اور ہر نیکی اسی کی طرف پلٹتی ہے۔ ہاں پروردگار نے وعدہ وفا فرمایا ہے۔ وہ پیغام مجھے دو۔ جبرئیل نے رسول اللہ ﷺ کو پیغام دیتے ہوئے کہا کہ امیر المومنین ع کو دے دیجئے۔

آنحضرت ﷺ نے وہ پیغام امیر المومنین ع کو دیتے ہوئے فرمایا کہ اسے پڑھو۔

امیرالمومنین ع جب پڑھ چکے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ پروردگار کا عہد اور اسکی شرط ہے جو اس نے مجھ سے کی ہے اور اس کی امانت ہے جو اس نے مجھ کو دی تھی اور میں نے تم کو پہنچا دی۔ جو کچھ امت کی خیر خواہی کی شرطیں تھیں میں وہ سب بجالا یا اور اللہ کی رسالتیں ادا کر دیں۔

امیرالمومنین ع نے فرمایا کہ یارسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے تبلیغ رسالت کر دی اور امت کی خیر خواہی انجام دی۔ میں آپکی تصدیق کرتا ہوں اس بات کی جو کچھ آپ نے فرمایا اور میرے گوشت پوست کان آنکھ اور خون گواہی دیتے ہیں۔ یہ سن کر جبرئیل نے کہا میں بھی آپ دونوں بزگواروں کا گواہ ہوں ان باتوں پر جو آپ نے فرمایا۔

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یا علی ع تم نے میری وصیت حاصل کی اور سمجھ گئے۔ میری طرف سے اور اللہ کی طرف سے ضامن ہوئے کے ہر اس عہد کو وفا کرو گے جو اس پیغام میں درج ہے۔ امیرالمومنین ع نے فرمایا بیشک یارسول اللہ ﷺ آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں میں اس کی ضمانت کرتا ہوں اور اللہ کے ذمہ ہے کہ مجھے توفیق دے اور اس پر عمل کرنے میں میری مدد کرے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یا علی ع میں چاہتا ہوں کہ اس امر پر گواہی لوں تاکہ جب روز قیامت میرے پاس آؤ تو گواہ یہ گواہی دیں کہ میں نے تم پر حجت تمام کر دی۔ حضرت علی ع نے فرمایا ہاں آپ گواہ قرار دیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جبرئیل ومیکائیل مقرب فرشتوں کے ساتھ آئے ہیں اور میرے اور تمہارے درمیان

گواہ ہیں۔حضرت علی ع نے فرمایا وہ گواہ رہیں اور میں بھی ان کو گواہ قرار دیتا ہوں۔
آنحضرت ﷺ نے ان فرشتوں کو گواہ کیا اور فرمایا کہ یا علی ع اس شرط پر جو اس پیغام میں ہے وفا کرو گے اور دوستی ومحبت کرو گے اس کے ساتھ جو اللہ ورسول ص کا دوست ہے۔دشمن رکھو گے اور بیزار رہو گے اس سے جو اللہ ورسول ص کا دشمن ہے۔اور ان کی سختیوں پر جو تمہارے حق پر قبضہ کرنے اور تمہارے خمس کو غصب کرنے اور تمہاری حرمت ضائع کرنے میں ان لوگوں سے ظاہر ہوگا صبر کرو گے ؟۔
امیر المومنین ع نے فرمایا ہاں یا رسول اللہ ص صبر کروں گا۔
جبرئیل نے رسول اللہ ﷺ سے کہا یا رسول اللہ ص علی ع کو آگاہ کر دیجئے کہ ان کی اہل نفاق ہتک حرمت کریں گے جبکہ ان کی ہتک حرمت اللہ ورسول اللہ ص کی ہتک حرمت ہے۔علی ع کی داڑھی کو ان کے سر کے خون سے رنگین کریں گے۔حضرت علی نے فرمایا ہاں مجھے قبول ہے۔ہر چند لوگ میری حرمت ضائع کریں, سنت کو معطل کریں, کتاب اللہ کے ٹکڑے کریں, کعبہ کو خراب کریں اور میری داڑھی کو رنگین کریں, میں ان تمام حالات میں صبر کروں گا اور اللہ سے اجر وثواب کی امید رکھوں گا یہاں تک کہ مظلومی کی حالت میں آپ کے پاس آؤں۔
اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے امام حسن ع وامام حسین ع کو طلب کیا اور حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا اور حسنین علیہم السلام کو بھی امیر المومنین ع کی طرح آگاہ کیا اور ان حضرات نے بھی اسی طرح سب باتیں منظور کیں جس طرح حضرت علی ع نے قبول و منظور کی تھیں۔اس کے بعد اس پیغام کو مھر کیا گیا اور امیر المومنین ع کے حوالے کیا گیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

منقبت

اللہ اور رسول ص نے کی ہے علی ع کی بات
سمجھو تو ہے نجات کی ضامن علی ع کی بات

میثم فراز دار سے یہ راز کہہ گئے
معراج بندگی ہے کرو بس علی ع کی بات

ہے حق علی ع کے ساتھ علی ع حق کے ساتھ ہیں
ہر حق پسند کرتا رہے اب علی ع کی بات

ذکر علی ع عبادہ حدیث رسول ص ہے
پس عین بندگی ہے کرو جب علی کی بات

مرجاتا گر نہ ہوتے علی ع جسکا قول ہے
مجبوریوں میں اس نے بھی ہے علی ع کی بات

رتبہ بڑھا ہے کعبہ کا حیدر ع کے نور سے
"دیوار کعبہ کرتی ہے اب تک علی ع کی بات"

تکمیل دیں کے واسطے دیکھو غدیر میں
منبر سے کر رہے ہیں نبی ص بھی علی ع کی بات

ہادی کی منقبت کو کرے گا خدا قبول
کرتا رہے جو یوں ہی نبی ص و علی ع کی بات